SEERAT EDITION

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

Volume:05, Issue:03-SE, July-September, 2025, Pages:13-20

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home

Publisher Website: https://www.mircpk.net

اصلاح معاشرہ میں اخلاقی اقدار کا کردار (سیرت نبویہ کی روشنی میں)

THE ROLE OF MORAL VALUES IN THE REFORM OF SOCIETY (IN THE LIGHT OF THE SEERAH OF THE PROPHET ﷺ)

***Dr Abdul Jabbar Qamar[1], Dr Muhammad Afzal[2]**

[1] Assistant Professor, School of Islamic Studies Minhaj University, Lahore, Punjab, Pakistan.

[2] Assistant Professor (HoD), Faculty of Islamic Studies, Al Ghazali University Karachi, Sindh, Pakistan.

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	July 03, 2025
Revised:	July 24, 2025
Accepted:	July 28, 2025
Available Online:	August 01, 2025

Keywords:

Seerah of Prophet Muhammad ﷺ
Akhlāq-E-Hasanah-O-Sayyi'ah
Social Reform & Stability
Moral Values & Ethical Principles
Societal Transformation

Funding:

This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

Social reform and moral values have been intricately intertwined since the beginning of human civilization. These elements are so closely connected that their separation would destabilize the foundation of an ideal society. Social values encompass not only ethics governing interpersonal relationships but also principles influencing economic and political life. While much has been written on business ethics, this paper focuses on moral values that directly impact individual and societal life, essential for social stability. Morality consists of both good traits ("Akhlāq-e-Hasanah") and bad traits ("Akhlāq-e-Sayyi'ah"). Good character is defined by actions that are rationally and religiously commendable, while bad character manifests in reprehensible actions. A stable society is unattainable without morality, as societal reformation is dependent on individual transformation. True reformation requires improving individuals' inner dispositions, not just material progress. Hence, the foundation of a just society lies in adopting and practicing moral values to eliminate injustices, exploitation, and conflicts.

***Corresponding Author's Email:** abduljabbar.siss@mul.edu.pk

ابتدائے حیات سے ہی اصلاح معاشرہ اور اخلاقی اقدار میں چولی دامن کا ساتھ رہا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے اس قدر وابستہ ہیں کہ دونوں کی جڑیں آپس میں ایک دوسرے سے ایسی جڑی ہوئی ہیں کہ اصلاح اور اخلاق دونوں کے درمیان دوئی کا تصور ممکن نہیں ہے۔

اجتماعیت اور مذہب

اسلام اجتماعیت پسند مذہب ہے وہ اتحاد و اتفاق کا داعی ہے یہ امت واحدہ کا علم بردار ہے اس کی نظر میں کسی قسم کا امتیاز کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر دنیاوی فرقوں اور گروہوں کی کوئی حیثیت ہے تو صرف اسقدر ہے کہ یہ آپس میں محض تعارف کا ذریعہ ہیں قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

”یٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا١ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ١٣“[1]

(اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔)

قرآن مجید میں اجتماعیت پر زور دینے کے ساتھ ساتھ افتراق کی بھی مذمت فرمائی ہے کیوں کہ افتراق کی نفی اجتماعیت کا احیاء ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ١ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ١٥٩“[2]

(جن لوگوں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور وہ بہت سے فرقے ہو گئے تو آپ کو ان کی کسی بات سے بھی کچھ سروکار نہیں ان کا معاملہ اللہ تعالہ کے سپرد ہے وہ ان کو بتادے گا کہ جو کچھ وہ کرتے تھے۔)

حضور نبی کریم ﷺ نے انتشار وافتراق کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

«مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ»(3)

(جس شخص نے بالشت بھر بھی جماعت سے علیحدگی اختیار کی اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال دی۔)

حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا بیشتر حصہ نہ صرف اتحاد و اتفاق کی برکات سے انسانیت کو فیض یاب کرتا ہے بلکہ اسلام کا نظام عبادات مکمل طور پر اتحاد و یکجہتی کی دعوت دیتا ہے نماز سے لیکر حج تک تمام عبادات کی انجام دہی کا صحیح اور مسنون طریقہ اتحاد کی بھی علامت ہے اور اجتماعیت کی بھی معاشرہ کے لفظ سے ایک ایسی اجتماعیت کا مفہوم ذہن میں ابھرتا ہے جس میں بلا امتیاز رنگ و بو افراد مل جل کر زندگی بسر کریں اور اصلاح معاشرہ کے معنی ہیں، اس اجتماعیت کے ہر گونہ اقدار کو چند باقاعدہ ثبت اصولوں کا پابند کر دینا جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے قابل عمل ہوں۔

مذہب اور اخلاقیات کا باہمی تعلق

جس طرح معاشرہ اور اخلاق کے تعلق کو ہم نے واضح کیا اسی طرح مذہب اور اخلاقیات کا بھی آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے۔

بشیر احمد ڈار لکھتے ہیں:

"اسلامی اخلاقیات کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہب کو اخلاقیات کی بنیاد پر استوار کرتا ہے اور معاشرے کے ایک فرد کی حیثیت سے ہر انسان اپنے مذہبی فرائض کی انجام دہی کے لیے اللہ کے نزدیک جوابدہ ہے۔ اسلامی اخلاقیات کی رو سے بنیادی عقیدہ خدائے واحد پر غیر متزلزل ایمان ہے۔ اور ہر انسانی کوشش اور معاشرے کی اجتماعی جدوجہد کا مقصد جہاں تک ممکن ہو سکے یہ ہونا چاہیے کہ سب انسان قرب الٰہی کی منزل تک پہنچ سکیں۔ مذہبی اخلاقیات کا منتہائے مقصود اور اخلاقی برتاؤ کے سب تقاضے اسی ایک تقاضے کے مختلف پہلو، جھلکیاں اور نتائج ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ اپنے اندر خدائی صفات پیدا کرو۔ اللہ تعالی کی صفات کو اپنے اندر سمونے سے معراج کمال اور اخلاق کے سرچشمہ حیات تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ توحید کی اہمیت کو قرآن مجید میں متعدد مقامات پر واضح کرتے ہوئے یہ بنیادی اصول بیان کیا ہے کہ قوموں کا عروج و زوال اخلاقی اقدار کے مجرمانہ تغافل برتنے کا قدرتی نتیجہ زوال ہوتا ہے۔ اور خوش خلقی سے قومیں عروج و ترقی حاصل کرتی ہیں۔"[4]

معاشرتی اصلاح اور اخلاق کے باہمی ارتباط کی ضرورت و اہمیت سے آگہی کے بعد آگے بڑھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ خلق کسے کہتے ہیں؟ اور یہ کہ اس کا دائرہ عمل کس قدر وسعت پذیر ہے؟ ان سوالوں کے جواب کے لیے ہم خلق کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ موضوع کی اہمیت پوری طرح واضح ہو کر سامنے آسکے۔

خلق کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

سید شریف جرجانی خلق کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"عبارة عن هيئة للنفس راسخة تصدرعنها الافعال بسهولة و يسرمن غيرحاجة الى فكر و روية."[5]

(خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے سبب سے افعال و اعمال سہولت اور آسانی کے ساتھ صادر ہونے لگتے ہیں اور اس کے لیے انسان کو سوچ و بچار اور کسی تردد کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔)

بعثت نبوی ﷺ اور اخلاق کی اہمیت

افراد سے لے کر معاشرہ تک اخلاقی اصلاح و تربیت کا عمل کس قدر اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ ہم اس سے لگا سکتے ہیں کہ ھادی عالم اور معلم اور معلم اعظم ﷺ نے خود اپنی زبان فیض ترجمان سے اپنی بعثت کا مقصد واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«إِنَّمَا بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلَاقِ.»[6]

(مجھے تو صرف اس (مقصد) کے لیے مبعوث کیا گیا کہ اخلاقی اقدار کی تکمیل کر سکوں۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا سے جب خلق نبوی کی بابت استفسار کیا گیا تو انھوں نے سوالیہ انداز میں فرمایا:

ألست تقرأ القرآن؟ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے پھر فرمایا:

"فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ الْقُرْآنُ."[7]

(بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کا خلق قرآن ہے۔)

اللہ تعالی نے بھی جب آپ کے اخلاق کریمانہ کی بات کی تو آپ کے اخلاق کو سب سے عظیم اخلاق قرار دیا ارشاد باری تعالی ہے:

"وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ"[8]

(بلاشبہ آپ ﷺ خلق عظیم کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔)

حضور نبی کریم نے تو تکمیل ایمان تک کو حسن اخلاق پر منحصر قرار دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا.»[9]

(مومنوں میں سے کمال ایمان کے لحاظ سے سب سے برتر وہ شخص ہے جو ان میں زیادہ حسن خلق رکھتا ہے۔)

عام رائے میں انسان کے خدا رسیدہ، عبادت گزار اور دیندار ہونے کا مدار عموما نماز،

روزے پر ہوتا ہے لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی نظر میں اخلاقی اقدار کی کس قدر اہمیت ہے اس کا اندازہ اس فرمان مبارک سے بخوبی ہو جاتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَاتِ قَائِمِ اللَّيْلِ صَائِمِ النَّهَارِ.»[10]

(بلاشبہ مومن اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے رات بھر نماز پڑھنے اور دن بھر روزہ رکھنے والے شخص کا درجہ پاسکتا ہے۔)

جنت و دوزخ کا معیار عبادات نہیں بلکہ خوش اخلاقی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی نے ایک عورت کی عبادت و ریاضت اور کثرت نماز اور روزہ رکھنے کا ذکر کیا؛ اور ساتھ ہی بیان کیا:

«قيل للنبي ﷺ: يا رسول الله إن فلانة تقوم الليل وتصوم النهار، وتفعل وتصدق، وَتُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لا خَيْرَ فِيهَا، هِيَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، قَالُوا: وَفُلانَةٌ تُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ، وَتَصَّدَّقُ بِأَثْوَارٍ، وَلا تُؤْذِي أَحَدًا ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: هِيَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. »[11]

(ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ فلاں عورت قیام اللیل کرتی ہے اور صبح کو روزے رکھتی ہے اور نیکی کے کام کرتی ہے اور صدقہ و خیرات کرتی ہے لیکن وہ عورت اپنی بدزبانی سے اپنے پڑوسیوں کو ستاتی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اس میں کوئی خوبی نہیں وہ عورت جہنمی ہے۔ صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ مگر میرے قریب ہی ایک اور عورت رہتی ہے وہ صرف پانچ وقت نماز پڑھتی ہے۔ اور فرض روزے رکھتی ہے۔ نہ تو کثرت سے نوافل پڑھتی ہے نہ نفلی روزے رکھتی ہے البتہ زبان کی بڑی میٹھی ہے اپنے پڑوسیوں کو ستاتی بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جنتی ہے۔)

اخلاق کو زندگی سے خارج کر کے استحکام معاشرہ کا خواب دیکھنا بالکل ہی بے معنی سی بات ہے۔ عالم انسانی کا سدھار انسانوں کے سدھارنے سے ہے۔ اور انسان بغیر اپنے داخلی میلانات و رجحانات کے سدھارنے کے نہیں سدھرتا۔ استحکام معاشرہ کا انحصار صرف مادی ترقی نہیں بلکہ اخلاقی اقدار کو اختیار کرنے میں مضمر ہے۔

ذیل میں ان چند اخلاقی اقدار کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے بغیر معاشرتی استحکام کا خواب دیکھنا ناممکن ہے۔ ان اقدار کو اختیار کرنے سے ہی معاشرہ مستحکم ہوتا ہے۔

مذہبی مقدسات کا احترام

احترام انبیاء جو عقیدہ رسالت کا لازمی اور ناگزیر حصہ ہے۔ احترام انبیاء کا تصور ہر تہذیب اور معاشرے میں پایا جاتا ہے۔ کوئی بھی تہذیب اور معاشرہ احترام انبیاء کے تصور کا انکاری نہیں ہے۔ اور یہ اسلامی تہذیب کا ایک اہم مظہر ہے جس کے بغیر کوئی بھی معاشرہ اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتا یہ ایک ایسا مظہر ہے جو ہر تہذیب کی آفاقیت اور ہمہ جہتی کا لازمی جزو ہے۔ اسلام انبیاء کرام کے درمیان ایسی کسی تفریق اور امتیاز کا روادار نہیں ہے جس کے نتیجے میں بعض انبیاء کرام کو ماننے والے ہوں اور بعض انبیاء کا انکار کرنے والے ہوں یا خدانخواستہ ان کی تنقیص کریں۔

اسلام کے عقیدہ رسالت کے تحت ایک مسلمان کا جو جذباتی، قلبی اور ایمانی تعلق ذات رسالت مآب ﷺ سے استوار ہوتا ہے اسے نہ عقل و خرد کے پیمانوں میں ناپا جا سکتا ہے نہ اس کی حقیقت صفحہ قرطاس پر منتقل کی جاسکتی ہے نہ خاص تہذیبی پس منظر کے بغیر اسے جانا ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ مگر احترام و عقیدت اور جانثاری پر مبنی رویہ ایسی قدروں کی تشکیل کرتا ہے جو انسانیت کی رہنمائی اور انہیں امن و سکون دینے کے لیے ناگزیر ہے۔ یہی اقدار کسی بھی تہذیب اور معاشرے کی حفاظت اور عالمگیریت کی ضامن ہیں۔[12]

اخوت و بھائی چارہ:

اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اخوت و بھائی چارہ کا عمل اہم کردار ادا کرتا ہے اخوت اور بھائی چارے کے بغیر کوئی بھی معاشرہ اسلامی کہلانے کا حقدار نہیں ہے اخوت اور بھائی چارے کی بنیاد پر ہی ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ محبت ، ہمدردی، ایثار اور خیر خواہی کے جذبات رکھتا ہے۔ اخوت ایک ایسا ایمانی اور روحانی رشتہ ہے جو ہر مادی رشتے پر فوقیت رکھتا ہے اسی رشتے ہی کی وجہ سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے محبت، ہمدردی، ایثار او خیر خواہی کے جذبات رکھتا ہے۔ اللہ تعالی نے مسلمان کی اسی صفت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۱۰"[13]

(بے شک مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ ذرائع ابلاغ اس جذبے کو بیدار رکھ کر مسلم معاشرے کی یکجہتی کو قائم رکھ سکتے ہیں۔)

یہاں اللہ تعالی نے تمام مسلمانوں کو چاہے وہ کسی بھی خطے میں بستے ہوں ان کو اخوت کی ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ باہمی اختلافات اور لڑائی جھگڑوں کو بھلا کر آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن جاؤ اور آپس میں رشتہ اخوت اور بھائی چارے کو مضبوط کرو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: كُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا.[14]

حضور نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو آپ نے انصار و مہاجرین کے

در میان رشتہ اخوت قائم فرمایا جس کو مؤاخات مدینہ کہا جاتا ہے مؤاخات مدینہ کے ذریعے آپ نے مدینہ منورہ میں بسنے والے مختلف قبائل کے لوگوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جس وجہ سے ان میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت، ہمدردی اور ایثار پیدا ہو گیا۔

ابن سعد بیان کرتے ہیں:

"حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے بعض مہاجرین کا انصار سے باہم اس شرط پر عقد مواخات کر دیا کہ حق پر ساتھ دیں گے باہم ہمدردی و غمخواری کریں گے۔"[15]

مواخات کے اس طرزِ عمل نے مسلم سوسائٹی کو استحکام بخشا اور اسے ہر جارحیت کے خلاف مجتمع ہو کر لڑنے میں مدد دی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے معاشرے کے ہر فرد کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت، مودت، ایثار اور خیر خواہی کرنے کی تلقین کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ دوسرے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اسلامی معاشرے کی بنیاد باہم عزت و احترام پر قائم ہے لہذا ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ دوسری جگہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الْمُسْلِمُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنْ اشْتَكَى عَيْنُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ وَإِنْ اشْتَكَى رَأْسُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ.»[16]

(تمام مسلمان ایک آدمی کی مانند ہیں اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن تکلیف محسوس کرتا ہے اگر سر دکھتا ہے تو سارا بدن دکھنے لگتا ہے۔)

حضور نبی کریم نے ارشاد فرمایا:

«الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ.»[17]

(مسلمان وہ ہے جس سے دوسرے مسلمان اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہیں۔ مومن وہ ہے جس سے دوسرے لوگوں کی عزت اور اموال محفوظ ہوں۔)

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

"کسی بھی انسان کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ ایک دوسرے کی طنز و تعریض، الزام تراشی، مذاق اڑانا اور عیب جوئی کا طریقہ اختیار کریں۔ معاشرے کے اندر محاذ آرائی نقصان کا باعث ہے۔ جبکہ اسلامی معاشرہ یک جہتی کی فضا کو قائم کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔"[18]

اسلامی معاشرے کا استحکام اسلام کے اصول اخوت پر مبنی ہے۔ اسلامی معاشرہ رنگ و نسل اور وطن و جغرافیہ کی بجائے عقیدہ کی وحدت پر منظم ہوتا ہے اور عقیدے ہی کی بنیاد پر افراد معاشرہ اخوت کے رشتے میں جڑے ہوتے ہیں تخریبی قوتیں مسلمانوں کی یکجہتی اور رشتہ اخوت کو تباہ کرنا چاہتی ہیں۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ جذبہ اخوت کی آبیاری کے لیے اقدامات کرے اور ان عوامل کا قلع قمع کرے جو رشتہ اخوت کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتے ہیں۔

عالمگیر اخوت اور وحدت انسانی

ڈاکٹر ابصار رقمطراز ہیں:

"انسانی وحدت اور عالمگیر اخوت انسانی کا یہ تصور جس سے دنیا کو اسلام کی پاکیزہ اور مقدس تصور توحید نے روشناس کرا دیا تھا۔ اخلاقی نصب العین سے نظریہ توحید کا گہرا تعلق ہے۔ کیوں کہ اخلاقی ضابطہ حیات کی نوعیت اس نظریہ کی آفاقیت یا ہمہ گیریت سے براہ راست متناسب طور پر مربوط ہے۔ اس لحاظ سے مذہبی اخلاقیات یعنی خدائے واحد کو واحد تسلیم کر لینے کے بعد اپنے اخلاق کو سدھارنے کی کوششیں ان سب لادینی اخلاقیات سے بدرجہا بہتر اور افضل ہوتی ہیں۔ جن کا مطمع نظر ناموافق اور سفلی اغراض و مقاصد کا حصول ہوتا ہے۔"[19]

احترام انسانیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ"[20]

(تم میں سے عزت والا وہی ہے جو متقی ہے۔)

یہ معیار ایسا ہے جس کا تعلق نہ نسل سے ہے اور نہ قوم سے، نہ رنگ سے، اور نہ پیدائش سے، نہ دولت سے ہے اور نہ حکومت سے، اور نہ وزارت سے۔ یہ ایک ایسا معیار ہے جس پر ہر انسان اپنی کوشش سے پورا اتر سکتا ہے اور عظمت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ سکتا ہے۔ سب سے اچھا معاشرہ وہ ہے جو انسان کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے اس کے احترام کو قائم کرتا ہے۔ ایسا معاشرہ جس میں انسان پریشان و خستہ حال ہو، جس میں شرفا اور اہل فکر و نظر پہ عرصہ حیات تنگ ہو اور اسلام کے نام پر غیر اسلامی اعمال و حرکات جاری ہوں، انتقام کی آگ بھڑک رہی ہو، انسان اپنا قومی اور دینی تشخص کو برقرار نہ رکھ سکے اور انسان بھائی بھائی کا خون پی رہا ہو۔ ایسے پلید و غلیظ معاشرے میں انسانیت اور آدمیت دم توڑ دیتی ہے۔

ڈاکٹر ممتاز حسن فرماتے ہیں:

انسانیت احترام انسانیت کا نام ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا انسان وہی ہے جس نے انسانیت کا سب سے زیادہ احترام کیا اور ہر انسان کو اس کا مقام دیا۔ انسانیت کا صحیح احترام یہ ہے کہ ہم

ہر انسان کی اچھی صلاحیتوں کی حفاظت اور قدر کریں اور ان کی نشو نما کے لیے تمام ممکن سہولتیں اسے مہیا کریں۔ انسانیت کے احترام کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ہر انسان کو تعلیم و تربیت کا یکساں موقع مہیا کیا جائے۔ انسانی مساوات کا سب سے اہم پہلو ہے کہ ہر انسان کی صلاحیتیں پورے طور پر پرورش پائیں۔ تیسری چیز جو انسانیت کے احترام کے لیے ضروری ہے وہ معاشرتی توازن ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک شخص کو ہر لحاظ سے ہر دوسرے شخص کے عین برابر سمجھا جائے۔ اگر انسان کا احترام پیش نظر ہے تو معاشرہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس میں نیچ ذات،اونچ ذات، زیر دست اور زبر دست، حاکم اور محکوم کا فرق نہ پایا جائے۔ رنگ و نسل کی دیواریں انسانوں میں حائل نہ ہوں۔ جہاں اللہ کو حاکم مانا جائے گا وہاں کوئی انسان دوسرے شخص کا محکوم نہیں ہوگا۔ایسے معاشرے میں جو شخص مخلوق کی سب سے زیادہ خدمت کرے گا وہ سب میں محترم ہو گا۔ اللہ کی عبادت احترام انسانیت کی بنیاد ہے۔ چوتھی چیز جو احترام انسانیت کے لیے لازم ہے وہ ایک ایسا معاشرہ ہے جس میں انسانوں کے درمیان اقتصادی تعاون موجود ہو معاشرے کے اس پہلو کی بنیاد بھی ذات خداوندی سے وابستگی پر ہے۔ جس دل میں خدا کا ڈر ہو گا وہاں انسان کا ڈر نہیں رہ سکتا جس دل کو خدا سے وابستگی ہو گی اس میں ذاتی منفعت جگہ نہیں پاسکتی۔ خدا کی محبت خدا کے بندوں سے محبت کا دوسرا نام ہے۔اللہ کی واحدانیت کو تسلیم کر لینے کے بعد کوئی انسان اس کی مخلوق سے نفرت نہیں کر سکتا وہ مخلوق جو خدا کا کنبہ ہے۔ درحقیقت متوازن راہ حیات کی اقدار ہی احترام انسانیت کے تصور کو اجاگر کرتی ہیں۔ اور یہ اقدار انسان کے بطن سے جنم لیتی ہیں اور انسان کے اعمال وافکار کی آغوش میں پروان چڑھتی ہیں۔

خدمت خلق

اسلام میں سب سے زیادہ زور خدمت خلق پر دیا گیا ہے۔ حشر کے میدان کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالی ایک انسان سے فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہو گیا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی یہ سن کر بندہ تعجب میں پڑ جائے گا اے اللہ یہ کیسے ممکن ہے کہ تو بیمار ہو جائے تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالی فرمائے گا میرے بندے کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں بندہ تیرے قریب ہی بیمار پڑا ہوا تھا۔ مگر تو نے اس کی خبر نہ لی۔ حالانکہ اگر تو اس کی بیمار پوسی کے لیے جاتا تو مجھے وہاں پاتا اے مولا ! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تجھے کسی بات کی احتیاج ہو۔ اللہ تعالی فرمائے گا کیا تجھے یاد نہیں کہ

«أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي» [21]

قمر ریاض لکھتے ہیں:

"خرابی چاہے کسی بھی شعبے میں ہو اس کی وجہ اخلاقی انحطاط ہی ہے ، سیاست ہو کہ معیشت، معاشرت ہو کہ تجارت صنعت ہو کہ تعلیم بگاڑ جہاں بھی پیدا ہو رہا ہے اور جس حد تک بھی ہو رہا ہے اس کی وجہ اخلاق کا فقدان ہے جب افراد کے اخلاق میں کمزوری در آئے تو زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوتا ہے۔ ہر شعبہ حیات کے افراد اپنے پست اخلاق کی وجہ سے اس شعبے میں اپنی صالحیت و صلاحیت سے بہار لانے کی بجائے اس کو خزاں رسیدہ کر دیتے ہیں۔ الغرض خرابی جہاں بھی ہو اس کی پشت پر اخلاقی اضمحلال ہی کار فرما ہی ہے۔"

انگریزی کی ایک ضرب المثل ہے کہ

"اگر کسی کی جائیداد تباہ ہو جائے تو اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اگر صحت جاتی رہے تو نقصان قابل برداشت ہوتا ہے لیکن اگر وہ کردار کھو بیٹھے تو وہ مکمل طور پر برباد ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت اتنی بنیادی ہے کہ آج تک کسی مذہب، ملک، قوم اور معاشرہ نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ ہر ایک نے اچھے کردار کو سراہا ہے۔"[22]

سابقہ صفحات پر ہم نے اخلاق میں سے اہم امور کو بیان کیا اب ہم اُن برے اخلاق کا ذکر کریں گے جو معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتے ہیں، ان کی اصلاح کیے بغیر ہم استحکام معاشرہ کا خواب نہیں دیکھ سکتے۔ لہٰذا معاشرے کے ہر فرد کو درج ذیل برے اخلاق سے چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا۔

غیبت و چغلی

اللہ تعالیٰ نے غیبت کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے کو تشبیہ دی یعنی اس فعل کے انتہائی گھناؤنا ہونے کا تصور دلایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا١ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ"[23]

(اور نہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس سے نفرت کرتے ہو۔)

حضور نبی اکرم ﷺ نے غیبت کرنے کو انتہائی ناپسندیدہ عمل قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

((مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹٹول نہ کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی چیز کی ٹٹول کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی پوشیدہ چیز کی ٹٹول کرے (یعنی اسے ظاہر کر دے) گا اور جس کی اللہ (عزوجل) ٹٹول کرے گا (یعنی عیب ظاہر کرے گا) اس کو رسوا کر دے گا، اگرچہ وہ اپنے مکان کے اندر ہو۔))[24]

غیبت انسانی خوبیوں کی عمارت منہدم کر دیتی ہے اور اخلاق کے سارے سوتوں کو خشک کر دیتی

ہے۔ معاشرت پر اس کے ہولناک اثرات میں یہ بھی ہے کہ آگ بھڑک اٹھتی ہے اور کبھی کبھی اس کے شعلے معاشرے اور بس اوقات پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔[25]

غرور و تکبر

انسانی اخلاق کا مذموم پہلو غرور و تکبر ہے یہ انفرادی اور اجتماعی دونوں میں ہوتا ہے۔ کبھی کبھی افراد ہی نہیں بلکہ پورا معاشرہ اس کی نخوت سے سرشار ہوتا ہے۔ عام طور پر غرور و تکبر کے مرض میں وہ لوگ گرفتار ہوتے ہیں جن کی پرورش و پرداخت تنگ و تاریک ماحول، اور غیر اخلاقی روایات کے گہوارے میں ہوتی ہے۔ وہ جب باہر کی دنیا میں صاف ستھرے ماحول، اور پاکیزہ اخلاق کی فضا میں آتے ہیں تو انھیں کوئی مقام نہیں ملتا۔ وہ اپنی اس محرومی کے لئے اپنی سیرت و کردار کی مناسب تعمیر کی بجائے غلط طور پر اپنے شرف و برتری کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ حالانکہ جسے واقعی فضل و شرف حاصل ہے اسے اس کے اعلان واظہار کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ غرور کا عجیب و غریب پہلو یہ ہے کہ لوگوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ معدوم کو موجود سمجھیں۔ صحت مند ذھن کی علامت یہ ہے کہ وہ خیالی حدود و قیود سے آزاد ہوتا ہے۔ خواہشات اور توقعات کا اسیر نہیں ہوتا اسی لئے کہ یہی راستے غرور و تکبر کی طرف لے جاتے ہیں۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا"[26]

(اور زمین میں اکڑ کر نہ چلا کر کیوں کہ غرور کے ساتھ چلنے سے تو زمین کو توپھاڑ نہیں سکے گا اور نہ تن کر چلنے سے تو پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکے گا۔)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يدخلُ الجنةَ مَن كان في قلبه مِثقال ذرةٍ من كِبر»[27]

(جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔)

حسد

حسد ایک ایسا بدترین جذبہ ہے کہ اس کے اثرات کا جائزہ لینا دشوار ہے۔ معاشرے کے اسی فیصد جرائم کا محرک یہی سیاہ جذبہ ہے جس کو حسد کہتے ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو قلب انسانی کی مثال صحرا میں ایک ایسے چھوٹے شہر کی سی ہے جس کے گرد کوئی فصیل یا قلعہ نہیں۔ نیکیوں کا رہزن اپنی غارت گری سے اس شہر کو چشم زدن میں تاراج کر سکتا ہے شہر دل کو رونق کے اور جمال کے دشمنوں میں حسد سب سے زیادہ اہم ہے۔ عمل کی قوت سلب ہو جاتی ہے۔ ناکامی و محرومی کی آتش سوزاں حاسد کی تقدیر بن جاتی ہے۔

نبوت کا درباری وقار لگا ہوا ہے ایک بدو اپنی اونٹنی سے اترا، اس کے قدم غبار آلود، بال پریشان، کپڑے گرد و غبار میں اٹے ہوئے، چہرے پر تکان ہے۔ اونٹنی دروازے پر باندھی اور دربار نبوت میں حاضر ہو گیا اسے اپنی کم علمی کا احساس بھی ہے اور احساس زیاں الگ دامن گیر بھی۔ شرماتے شرماتے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں صرف رمضان کے روزے رکھتا ہوں اس کے علاوہ نفلی روزے نہیں رکھتا۔ یہی حال نمازوں کا ہے کہ بس پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں اس کے علاوہ نماز بھی نہیں پڑھتا۔ میرے پاس اتنا مال نہیں کہ زکوۃ واجب ہو۔ اور نہ زاد راہ ہے کہ حج فرض ہوتا۔ آپ مجھے صرف اتنا بتادیں کہ اگر اس حال میں میں مر جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا۔ جنت میں کہ دوزخ میں۔ حضور نبی کریم ﷺ اس کی بات سن کر مسکرا اٹھے اور ارشاد فرمایا: اگر تو اپنے دل کو کینہ اور حسد سے زبان کو غیبت اور جھوٹ سے اور نگاہ کو غیر محرم پر ڈالنے سے بچائے رکھے تو یقین رکھ کہ اپنے انہیں تھوڑے سے اعمال کی بنیاد پر میرے ساتھ جنت میں داخل ہو گا۔ کینہ دل کو پاک اور حسد دل کو سخت کرنے والی چیز ہے۔

جھوٹ

سچائی کی طرح جھوٹ کے بھی مختلف روپ ہیں اگر انسان کی روح اس گندگی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس کے فضل و کمال کا تناور درخت برگ و بے ثمر ہو جاتا ہے۔ اس کے اخلاق کی ساری پتیاں اس کی شخصیت کے شجر سے اس طرح گر کر بکھر جاتی ہیں۔ جیسے موج خزاں سے تخریب چمن ہوتی ہے۔ جھوٹ تنہا ایک برائی نہیں ہے بلکہ بہت سی دوسری برائیاں بھی اس کے بطن سے جنم لیتی ہیں بیشتر اخلاقی برائیوں کے بے شمار نام دراصل جھوٹ ہی کے مختلف روپ ہیں خیانت جھوٹ ہی سے پیدا ہوتی ہے کذب سے ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، محبت و یگانگت کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور نفاق کے زہریلے ناگ چاروں طرف پھنکارنے لگتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والے سچائی اور سادگی کو مغلوب کرنے کے لیے بلند بانگ دعوے، خوش نما الفاظ، چرب زبانی اور مصنوعی شیریں بیانی سے کام لیتے ہیں۔ وہ سادگی اور حقیقت کو اپنے سحر انگیز اسلوب سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ سادگی کا جمال ابدی ہے۔ جھوٹ کسی بھی معاشرے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا اور نہ وعدہ خلافی کو اچھی صفت گردانا جاتا ہے۔ اسلام نے بھی ان سے بچنے کی سختی سے تاکید کی ہے لیکن اس کے باوجود ہم ان امور میں مکمل طور پر غرق ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:

"إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ"(28).

(یقیناً اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھ جانے والا ہو اور بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔)

حضور نبی کریم ﷺ نے جھوٹ کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے آپ نے فرمایا جس شخص

میں چار عادتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک عادت ہو تو وہ بھی نفاق ہی ہے جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے۔

1. جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے
2. جب بات کرے تو جھوٹ بولے
3. جب کسی سے لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔
4. جب کسی سے عہد کرے تو اسے دھوکہ دے۔(29)

وعدہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا"[30]

عام روزمرہ کے جھوٹ سے لیکر گواہی، قسم اور شہادت میں غلط بیانی، حکومتی وسیاسی سطح کے جھوٹ سب ہی اس میں شامل ہیں۔

خیانت

آج کے معاشرے کے انحطاط اخلاق اور انتشار و پراگنگی کے اسباب و محرکات کی فہرست میں خیانت بے حد اہم سبب ہے جھوٹ اور کذب بیانی کے بعد جس دوسرے معتد بہ نوعیت کے مرض میں ہم شدت سے مبتلا ہیں وہ خیانت اور بددیانتی ہے۔ یہ مرض بھی ہمارے معاشرے میں اس طرح سرائیت کر گیا ہے کہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنا بھی آسان نظر نہیں آتا۔ امانت کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی کام, چیز یا مال اس بھروسے اور اعتماد کے ساتھ دوسرے شخص کے سپرد کرے کہ وہ شخص اس سلسلے میں اپنا فرض پوری ذمہ داری کے ساتھ بجالائے گا۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا"[31]

(اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کردو۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو کوئی تمہارے پاس کوئی چیز امانت رکھے تو تم اس کو واپس کردو اور جو تم سے خیانت کرے تم اس سے خیانت نہ کرو۔))[32]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((حضور نبی اکرم ﷺ نے جب کبھی بھی خطبہ دیا کرتے تو اس میں یہ ضرور فرمایا کہ جس شخص کے اندر امانت نہیں اس کے اندر ایمان نہیں اور جس شخص میں عہد کا پاس نہیں اس کے پاس دین نہیں۔))[33]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((اگر چار چیزیں تمہیں میسر ہوں تو دنیا کی کسی چیز سے محرومی تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہے اور وہ یہ ہیں 1-امانت کی حفاظت کرنا 2-سچ بولنا 3-خوش خلقی اختیار کرنا 4-رزق میں پاکیزگی اختیار کرنا۔))[34]

امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے اور انسانی زندگی کا ہر شعبہ اس کے دائرے میں داخل ہے۔ مثال کے طور پر تاجر کے لیے امانت یہ ہے کہ وہ لین دین میں سچ بولے، اور دیانت داری سے تجارت کرے۔ آجر کے حق میں امانت یہی ہے کہ وہ مزدور کے حقوق کی نگہبانی کرے اور اس کے مفاد کا بھرپور خیال رکھے۔ ملازم اپنی ڈیوٹی پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرے صنعت کار اپنا فریضہ دیانتداری سے ادا کرے۔ کسی قسم کی غلط سرگرمی میں ملوث نہ ہو۔ اگر کوئی شخص اس کے برعکس کرتا ہے تو وہ خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔[35]

مولانا متین ہاشمی فرماتے ہیں:

"آج ہمارا معاشرہ اخلاقی بحران میں مبتلا ہے اور انتہائی بے دردی سے اخلاقی اقدار کو پامال کیا جارہا ہے۔ اس کی واحد وجہ یہی حرص ہے جس کا عفریت آج قلوب واذہان پر مسلط ہے۔ حرص قوی ترین محرک ہے۔ ہمارے نفس کا گھوڑا بے لگام ہو کر سرپٹ دوڑا چلا جارہا ہے۔ اس حرص کی بدولت قحبہ خانے آباد ہیں۔ شراب کی بھٹیاں چل رہی ہیں۔ سمگلنگ کا کاروبار جاری ہے۔ دھوکہ اور ریاکاری عام ہے۔ ہر شخص کو اپنا مستقبل مخدوش نظر آتا ہے۔ جتنا سمیٹ سکتے ہو سمیٹ لو۔ پتا نہیں پھر موقع ہاتھ آئے یہ نہ آئے۔ ملازمت میں بددیانتی، تجارت وزراعت میں غیر ممالک سے کاروبار غرضیکہ جدھر دیکھو بددیانتی کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ شرافت، اکل حلال، صدق مقال، ہمدردی، موانست، ایثار سب کچھ رخصت ہوتا جارہا ہے۔"[36]

ماحاصل

قرآن مجید اس امر پر بہت زور دیتا ہے کہ صرف ان ہی اقوام کو ترقی و خوشحالی کے مواقع میسر آئے جنہوں نے اخلاقی قوانین پر عمل درآمد کیا۔ جبکہ ان قوموں کو بہت جلد دنیائے انسانیت کی قیادت سے محروم کرکے انہیں انحطاط وزوال کا نشانہ بنادیا گیا۔ جنہوں نے ان اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی کی تھی۔[37]

ملت پاکستانی بحیثیت مجموعی انحطاط اخلاق کی شدید وآہنگی گرفت میں ہے جو جسد ملت کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کردینے والی یہ اخلاقی بیماریاں جن میں سے میں نے بعض کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو جو اور جس جس طرح نقصانات پہنچائے ہیں اور ان نقصانات کے جو اثرات معاشرے پر مرتب ہوئے ہیں وہ سب اہل فکر ودانش پر عیاں ہیں۔ اور سب ہی ان کا احساس رکھتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں ان اخلاقی بیماریوں نے ایک مجموعہ بن کر جو ایک عام مرضی کیفیت ہمارے معاشرے پر طاری کردی ہے اور ایک

بیمار فضا ہم پر حاوی ہو گئی ہے وہ ہے انتشار وافتراق، ایک ملت کے افراد ہونے کے باوجود ہم فکری اور عملی طور پر منتشر ہیں جبکہ اس ملت کا مقصد وحید یہ بتایا گیا ہے کہ سارے عالم انسانیت کی شیرازہ بندی کرے گی ۔ اپنے مقصد حیات سے بحیثیت مجموعی ملت کے اور انفرادی طور پر افراد ملت کے دور ہو جانے کا نتیجہ یہ ہے کہ ملت گروہوں میں بٹ گئی ہے اور ہر گروہ بلکہ ہر فرد خود کو تنہا محسوس کرنے لگا ہے۔ وہ ملت جو کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کہی جاتی تھی اس کا شیرازہ اسطرح بکھر گیا ہے کہ اس کا ہر فرد شدید احساس تنہائی کی گرفت میں ہے۔ تنہائی کا احساس ایک نفسیاتی مرض ہے جو طرح طرح کے اخلاقی و سماجی مسائل پیدا کرتا ہے۔اخلاق نبوی کی پیروی ہی ہمیں اس اخلاقی زوال سے بچا سکتی ہے جس میں آج ہمارا معاشرہ پھنسا ہوا ہے۔ ہم صرف حضور نبی اکرم کے بتائے ہوئے اخلاق حسنہ کے اصولوں کو اختیار کر کے ہی اس دلدل سے باہر نکل سکتے ہیں۔

اخلاقی کوششوں کا نصب العین یہ ہے کہ انسانی معاشرہ صحیح اور منصفانہ بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ جس میں سب افراد ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر اس اخلاقی نصب العین کے حصول کے لیے سر گرم عمل رہیں جو معاشی بے انصافیوں، استحصال، تنازعات اور بد نظمی و انتشار کا مکمل طور پر قلع قمع کر دے۔

اسلام کی رو سے استحکام معاشرہ کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بہترین عملی طریقے یہ ہیں۔

- اخلاقی قوانین کو معاشرتی ضروریات کے سانچے میں ڈالنا۔
- اخلاقیات کو خود غرضانہ مفادات سے بالاتر سطح پر سمجھنا۔
- انفرادی فلاح و بہبود کے مقابلہ میں اجتماعی مفاد و ہم آہنگی کو ترجیح دینا۔
- غرض ایک ایسے معاشرتی نظام کی داغ بیل ڈالنا جس میں افراد کی حوس اقتدار کا عنصر سرے سے موجود نہ ہو۔
- کامیاب زندگی کے لیے صرف عقلی غور و فکر سے کام بنائے نہیں بنتا بلکہ حقوق العباد کو پیش نظر رکھ کر انسانی میل جول کے سلسلہ میں لین دین اور عملی تجربات کے ذریعے منزل مقصود پر پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلم معاشرے کا ہر فرد حضور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے اخلاقی معیار و اقدار کو اختیار کر کے ترقی و عروج کی طرف گامزن ہو اور برے اخلاق کو ترک کر کے زوال و انحطاط کے گڑھے سے باہر نکل سکے۔۔

REFERENCES - حوالہ جات

[1] Al-Ḥujurāt 49:13. (2025). In Al-Qur'ān al-Karīm.
[2] Al-An'ām 6:159. (2025). In Al-Qur'ān al-Karīm.
[3] Abū Dāwūd, S. ibn A. ibn I. ibn B. ibn Shaddād ibn ʿAmr al-Azdī al-Sijistānī. (1414 H). Al-Sunan (Vol. 4, p. 241, ḥadīth 4758). Beirut, Lebanon: Dār al-Fikr.
[4] Dar, B. A. (n.d.). Qur'ān Majīd kā naẓariyah-i akhlāq (pp. 29–30).
[5] Al-Jurjānī, ʿA. ibn M. ibn ʿA. al-Jurjānī. (1405 H). Al-Taʿrīfāt (p. 135). Beirut, Lebanon: Dār al-Kitāb al-ʿArabī.
[6] Al-Bayhaqī, A. ibn al-Ḥusain ibn ʿA. ibn M. al-Khurāsānī. (1414 H). Al-Sunan al-kubrā (Vol. 10, p. 191, ḥadīth 21301). Makkah al-Mukarramah, Saudi Arabia: Maktabah Dār al-Bāz.
[7] Al-Nasāʾī, A. ibn Shuʿayb ibn ʿA. (1416 H). Al-Sunan (Vol. 6, p. 67, ḥadīth 1583). Beirut, Lebanon: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah
[8] Al-Qalam 68:4. (2025). In Al-Qur'ān al-Karīm.
[9] Abū Dāwūd. (n.d.). Al-Sunan (Vol. 4, p. 220, ḥadīth 4682).
[10] Aḥmad ibn Ḥanbal. (n.d.). Al-Musnad (Vol. 50, p. 110, ḥadīth 23454).
[11] Al-Bukhārī, M. ibn Ismāʿīl. (2001). Al-Adab al-mufrad (p. 111, Bāb: Man lā yuʾdhī jārahū). Damascus: Dār al-Qalam.
[12] ʿAzīz ur Raḥmān. (2014). Uswah ḥasanah ke chand ʿamalī pehlu (p. 110). Karachi: Zawwar Academy Publications.
[13] Al-Ḥujurāt 49:10. (2025). In Al-Qur'ān al-Karīm..
[14] Aḥmad ibn Ḥanbal. (n.d.). Al-Musnad (Vol. 19, p. 430, ḥadīth 9387).
[15] Ibn Saʿd, A. M. ibn Saʿd. (2014). Al-Ṭabaqāt al-kubrā (2nd ed., Vol. 1, p. 238). Beirut, Lebanon: Dār Ṣādir
[16] Muslim ibn al-Ḥajjāj. (n.d.). Al-Ṣaḥīḥ (Vol. 4, p. 2000, ḥadīth 2586, Kitāb al-Birr, Bāb tarāḥum al-muʾminīn).
[17] Al-Tirmidhī. (n.d.). Al-Sunan (Vol. 9, p. 215, ḥadīth 2551).
[18] Alawī, Kh. (n.d.). *Islām kā muʿāshratī niẓām* (p. 416).
[19] Dar, B. A. (n.d.). *Qur'ān Majīd kā naẓariyah-i akhlāq* (p. 46).
[20] Al-Ḥujurāt 49:13. (2025). In *Al-Qur'ān al-Karīm*.
[21] Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qushayrī al-Naysābūrī. (n.d.). *Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ* (Vol. 4, p. 1990, ḥadīth 2569). Beirut, Lebanon: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
[22] Qamar R. (1966). *Taʿmīrī fikr* (p. 180). Lahore: Jadīd Nashreen.
[23] Al-Ḥujurāt 49:12. (2025). In *Al-Qur'ān al-Karīm*.
[24] Abū Dāwūd. (n.d.). *Al-Sunan* (Vol. 4, p. 354, ḥadīth 4880, Kitāb al-Adab, Bāb fī al-ghībah).
[25] Ḥakīm, M. S. (1982). *Akhlaqiyāt-i nabawī* (pp. 12–13). Karachi: Hamdard Foundation.
[26] Banī Isrāʾīl 17:37. (2025). In *Al-Qur'ān al-Karīm*.
[27] Muslim ibn al-Ḥajjāj. (n.d.). *Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ* (Vol. 1, p. 247, ḥadīth 131).
[28] Al-Muʾmin 40:28. (2025). In *Al-Qur'ān al-Karīm*.
[29] Muslim ibn al-Ḥajjāj. (n.d.). *Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ* (ḥadīth 210).
[30] Banī Isrāʾīl 17:34. (2025). In *Al-Qur'ān al-Karīm*.
[31] Al-Nisāʾ 4:58. (2025). In *Al-Qur'ān al-Karīm*.
[32] Abū Dāwūd. (n.d.). *Al-Sunan* (Vol. 3, p. 276, ḥadīth 3534).
[33] Aḥmad ibn Ḥanbal. (n.d.). *Al-Musnad* (Vol. 3, p. 594).
[34] Aḥmad ibn Ḥanbal. (n.d.). *Al-Musnad* (Vol. 2, p. 370, ḥadīth 6614).
[35] Ḥakīm, M. S. (1982). *Akhlaqiyāt-i nabawī* (p. 10). Karachi: Hamdard Foundation.
[36] Maṭīn Hāshmī. (1997). *Roshni* (Vol. 1, p. 515). Lahore: Dār al-Tazkir
[37] Dar, B. A. (1989). *Qur'ān Majīd kā naẓariyah-i akhlāq* (p. 137). Lahore: Islamic Book Service.